انتقالِ خون کا مسئلہ

سوالات:

محمد ادریس خان

۱۔ ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

۲۔ اگر جائز ہے تو کیا اس کام کے لئے کسی انسان کا خون صرف رضا کارانہ بلا معاوضہ لیا جا سکتا ہے یا معاوضہ دے کر خرید و فروخت بھی جائز ہے۔

۳۔ کیا اس معاملہ میں مسلم و غیر مسلم کے خون میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے۔

۴۔ کیا اس خون کا اثر میاں بیوی کے باہمی نکاح کی حلت وحرمت پر بھی پڑتا ہے۔

الجواب:

۱۔ خون انسان کا جز ہے اور جب بدن سے نکال لیا جائے تو وہ نجس اور ناپاک بھی ہے، اس کا اصل تقاضا یہ ہے کہ عام حالات میں ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا حرام ہو۔ اجزائے انسانی کی تکریم بھی اس کی مقتضی ہے اور اس کا نجاست غلیظ ہونا بھی حرمت ہی کا مقتضی ہے۔

قال الامام الشافعی رحمة الله فی الام و ان ادخل ما تحت جلده فنبت علیه فعلیه ایخرج هٰذا الدم و یعید کل صلوٰة صلاها بعد ادخاله الدم تحت جلده (۱)

لیکن اضطراری حالات اور عام معالجات اور دوا میں شریعت اسلام کی دی ہوئی سہولتوں میں غور کرنے سے امور ذیل سامنے آئے۔

اول یہ کہ خون کے استعمال کی حرمت دو وجہ سے ہوسکتی ہے۔ ایک یہ کہ خون انسان کا جزو ہے اور جزو انسان کا استعمال جائز نہیں ہوتا۔

دوم یہ کہ خون نجس اور حرام ہے۔

جہاں تک پہلی وجہ یعنی اس کے جزء انسان ہونے کا تعلق ہے اس میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خون اگرچہ جزء انسانی ہے مگر اس کو دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے

۱۔ کتاب الام، ص: ۵۴، ج ۱۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

کے لئے اعضاء انسانی میں کانٹ چھانٹ کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ انجکشن کے ذریعہ خون نکالا اور دوسرے بدن مین ڈالا جاتا ہے اس لئے اس حیثیت سے اس کی مثال انسانی دودھ کی سی ہوگئی جو بدن انسانی سے بغیر کسی کانٹ چھانٹ کے نکلتا ہے۔ اور دوسرے انسان کے بدن کا جزء بنتا ہے اور شریعت اسلام نے بچہ کی ضرورت کے پیش نظر انسانی دودھ ہی کو اس کی غذا قرار دیا ہے اور بچوں کو ماں کا دودھ پلانا صرف جائز نہیں، بلکہ عام حالات میں واجب قرار دیا ہے۔

بچوں کے علاوہ بڑوں کے لئے بھی دوا علاج کے لئے عورت کے دودھ کو حضرات فقہاءؒ نے جائز قرار دیا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

ولا باس بان یسعط الرجل بلبن المراہ و یشربه للدواء (۱)

اس لئے جزء انسانی ہونے کی حیثیت سے اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ بعید قیاس نہیں لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شریعت اسلام نے عورت کے دودھ کو جزء انسانی ہونے کے باوجود ضرورت کی بناء پر بچوں کے لئے جائز کر دیا ہے۔ اسی طرح ضرورت کی بناء پر خون دینا بھی جائز ہو۔

اب خون کا استعمال حرام ہونے کی دوسری وجہ رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ خون ناپاک ہے اب یہ تداوی بالحرام میں داخل ہوگا جس کی تفصیل مقدمے میں گزر چکی ہے۔

اس بناء پر مریض کو خود دینے کے حکم میں یہ تفصیل ہے۔

۱۔ جب خون دینے کی ضرورت ہو، یعنی کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔

۲۔ جب ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دینے کی حاجت ہو، یعنی مریض کی ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن ڈاکٹر کی نظر میں خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہو اس وقت بھی خون دینا جائز ہے۔

۳۔ جب خون نہ دینے کی گنجائش ہے مگر اس سے اجتناب بہتر ہے۔

لما فی الهندیه و ان قال طبیب یتعجل شفاء ک فیه وجهان (۲)

۴۔ جب خون دیئے سے محض منفعت یا زینت مقصود ہو، یعنی جب ہلاکت یا مرض کی طوالت کا اندیشہ نہ ہو بلکہ محض قوت بڑھانا یا حسن میں اضافہ کرنا مقصود ہو تو ایسی صورت میں خون دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

۱۔ عالمگیری مصری، ص: ۱۲، ج ۴۔ ۲۔ ص: ۳۵۵، ج: ۵۔

سوالِ دوم: کیا کسی مریض کو خون دینے کے لئے اس کی خرید وفروخت اور قیمت لینا بھی جائز ہے؟

الجواب: خون کی بیع تو جائز نہیں، لیکن جن حالات میں جن شرائط کے ساتھ نمبر اول میں مریض کو خون دینا جائز قرار دیا ہے۔ ان حالات میں اگر کسی کو خون بلا قیمت نہ ملے تو اس کے لئے قیمت دے کر خون حاصل کرنا بھی جائز ہے، مگر خون دینے والے کیلئے اس کی قیمت لینا درست نہیں ہے۔

حضرات فقہاء کی تصریحات اس مسئلہ میں حسب ذیل ہیں۔

فاما بيع لبن الادميات فقال احمد اكرهه واختلف اصحابنا جوازه فظاهر كلام الخرتي جوازه لقوله "وكل ما فيه المنفعه" و هذا قول ابن حامد و مذهب الشافعي و ذهب جماعة من اصحابنا الى تحريم بيعه.

وهو مذهب ابى حنيفة لانه مائع خارج من ادميه فلم يجزبيعه كالعرق ولانه من آدمى فاشبه سائر اجزاء والاول اصح لانه لبن ظاهر منتفع به فجاز بيعه كلبن الشاة ولانه يجوز اخذ العوض عنه فى اجاره اظئر فاشه المنافع و يفارق العرق فانه لا نفع فيه ولذالک لا يباع عرق الشاة و يباع لبنها، و سائر اجزاء الادمى يجوز بيعها فانه يجوز بيع العبد والامه، و انما حرم بيع الحر لانه ليس بمملوک و حرم بيع العضو المقطوع لانه لا نفع فيه (۱)

وقال الشافعي رحمه الله يجوز بيعه (لبن المداه) لانه مشروب طاهر (الى قوله) و عن ابى يوسف يجوز بيع لبن الامه ولا يجوز بيعشعر الخنزير لانه نجس العين فلا يجوز بيعه اهانه له و يجوز الانتقاع به للخوز للضروره (الى قوله) و بوجد مباح الاصل فلا ضروره (۱) الى البيع (۲)

۱. قوله فلا ضروره قال الفقيه ابو الليث ان كانت الا ساكفه لا يجدون شعر الخنزير الا بالشراء ينبغى ان يجوز لهم الشراء للضروره (نهايه) ان شعر الخنزير يوجد مباح الاصل فلا ضروره الى بيع و على هذا اقيل اذا كان لا يوجد الا بالبيع جاز بعه لكن الثمن لا يطيب للبائع (عينى)

(وهو) اى شعر الخنزير (يوجد مباح الاصل فلا حاجه الى بيعه) فلم يكن

۱۔ المغنی لابن قدامہ، ص: ۲۶۰، ج:۴۔ ۲۔ ھدایہ، ص: ۵۵، ج:۳۔

بیعه فی محل الضروره حتی یجوز، و علی هذا قال الفقیه ابو اللیث فلو لم یوجد الا بالشراء جاز شراء لشمول الحاجه الیه وقد قیل ایط ان الضروره لیست ثابته فی الحزز به بل یمکن ان یقام بغیره (۱)

ونجس العین لا یجوز بیعه اهانهله و یجوز الانتفاع به للخوز، للضروره لان غیره لا عمل عمله فان قیل اذا کان کذالک وجب ان یجوز بیعه اجاب بانه یوجد مباح الاصل فلا ضروره الی بعه و علی هذا قیل اذا کان لا یوجدالا بالبیع جاز بیعه لکن الثمن لا یطیب للبائع وقال ابو اللیث ان کانت الا ساکفد لا یجدون شعر الخنزیر الا بالشراء و ینبغی ان یجوز لهم الشراء (۲)

سوالِ سوم: کسی غیر مسلم کا خون مسلم کے بدن میں داخل کرنا جائز نہیں۔

الجواب: نفس جواز میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق فاجر انسان کے خون میں جو اثرات خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا خطرہ قوی ہے۔اسی لئے صلحاء امت نے فاسق فاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا، بناء علیہ کافر اور فاسق فاجر انسان کے خون سے تابمقدور اجتناب بہتر ہے۔

سوالِ چہارم: شوہر، بیوی کے خون کا باہم تبادلہ۔

الجواب: شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نکاح بدستور قائم رہتا ہے، کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرہ، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، ان سے تجاوز کرنا درست نہیں اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدت رضاعت کے ساتھ خاص ہے مدت رضاعت سے یعنی اڑھائی سال عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، کما هو مصرح و مفصل فی عامة کتب الفقه والله سبحانه اعلم۔(۳)

تشریح الابدان کی تعلیم کیلئے نعش کی کانٹ چھانٹ (Body Dissection)

۱۔ پوسٹ مارٹم معائنہ کی بحث میں نعش کی حرمت واحترام کا ذکر ہو چکا ہے۔

۱۔ فتح القدیر، ص:۲۰۲، ج:۵۔ ۲۔ عنایہ علی ہامش الفتح، ص:۲۰۲، ج:۵۔

۳۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری، ص:۳۹۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

۲۔ مردہ کو نہلانا اور اس کی تجہیز وتکفین کرنا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا اور اس کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ کسی کے بھی نہ کرنے سے اس مردہ کے بارے میں تمام باخبر مسلمان گناہگار ہوتے ہیں۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں (اس کے) اسلام کا جواب دینا (جب وہ) بیمار (ہو جائے تو اس) کی عیادت کرنا۔ (اس کے) جنازہ کے ساتھ چلنا (جب) وہ (مدد کیلئے) بلائے تو اس کی مدد کرنا اور جب وہ چھینک کر الحمدللہ کہے تو اس کو یرحمک اللہ کہنا۔ اور حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے روکا (اور جن باتوں کا حکم دیا ان میں سے ایک جنازہ کے ساتھ چلنا ہے)۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ یہ باتیں مسلمان میت کا دوسرے مسلمانوں پر حق ہیں۔

نعش کی کانٹ چھانٹ (Dissection) میں مندرجہ ذیل قباحتیں لازم آتی ہیں۔

۱۔ نعش کی ہتک حرمت ہوتی ہے۔

۲۔ میت اپنے حق سے محروم رہتی ہے۔

۳۔ اس سے باخبر تمام مسلمان فرض کفایہ کے ترک اور مسلمان کے حقوق کے ضائع کرنے کی بناء پر گناہگار ہوتے ہیں۔ کیونکہ (Dissection) میں کام آنے والی نعش، نمازِ جنازہ اور تکفین وتدفین سے محروم رہتی ہے۔

۴۔ یہ شرعی حکم گزر چکا ہے کہ لاش کا مثلہ نہ کرو۔ اس حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

۵۔ میت کے ستر چھپانے کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

اب ہمیں دیکھنا ہوگا کہ نعش کی (Dissection) کرنے میں یہ پانچ بڑی بڑی قباحتیں لازم آتی ہیں تو کیا اس کا متبادل طریقہ کوئی ہے؟

موجودہ دور میں مصنوعی ڈھانچے اور مصنوعی اجسام تیار کرنا ناممکن کام نہیں ہے۔ اس موضوع پر پہلے ہی بہت کچھ کام ہو چکا ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا جا رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مصنوعی ذرائع اور تصاویر کے ذریعے تشریح الابدان کے علم کی تحصیل میں مدد نہ لی جاسکے۔

غرض ان قباحتوں کا تحمل کرنے کی کوئی قوی وجہ موجود نہیں ہے اور اس لئے انسانی میت کی Dissection کسی طور پر جائز نہیں ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ : ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆